

بائبل مقدس ، قرآن مجید یا حدیث میں خدا کے متعلق ایسی بات نہیں ملتی کہ وہ سپاٹ چہرے والا، ایک ہی قسم والا ناقابل تفہیم اور بے تضاد مادہ داخلی رشتے اور صفات کے بغیر ہے۔

یہ باتیں تو تھیالوجن اور فلسفی ہمارے عظیم اور جاہ و جلال والے خدا کے متعلق کہتے ہیں۔

روایتی مسلمانوں اشاعری ، روایتی سُنی کا ماننا ہے کہ کسی حد تک خدا کی صفات ہیں۔ اور اس لیے کسی حد تک اُس میں نسبتی اتحاد ہے ماڈرن مسلمان اساتذہ کا کہنا ہے اس میں مکمل اتحاد نہیں ہے۔

راسخ العقیدہ مسیحی / تثلیث کے دوسرے اور تیسرے اشخاص کے دفاع میں افلاطونی نظریہ کامل اتحاد کو در کرتے ہیں اور یہ تصور قائم کرتے ہیں۔ یہ اتحاد نسبتی اور اضافی ہے اس اتحاد سے خدا کو خارج نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک ہے۔ اور اس میں تین ابدی عناصر مدغم ہیں اور وہ کبھی الگ نہیں ہوتے۔ اسی طرح راسخ العقیدہ مسلمان اللہ کی صفات کی حقیقت دفاع میں اپنے اپنے خیال پیش کرتے ہیں امام غزالی کا یہ بیان خدا کے اتحاد کے اضافی تصور کو کم کرتا ہے۔ لیکن وہ خدا کے داخلی صفات کو خارج نہیں کرتا کیونکہ یہ اتحاد ابد سے قائم ہے اور اسے کبھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔

اور اسی طرح راسخ العقیدہ اور معتزلہ کے حامی مسلمانوں کا خدا کی صفات کے حوالے سے وہی خیال ہے جیسے کہ راسخ العقیدہ مسیحیوں کا۔ وہ تثلیث کے اشخاص کلام اور روح القدس پر یہ سوال کرتے

ہیں۔ خدا کی صفات کے حامی اور صفات کے مخالفین اس معاملے میں واضح ہیں۔ معاملہ یہ تھا کہ خدا کا اتحاد کامل یا صرف اضافی تھا۔ صفات کے حامی اس حق میں ہیں خدا کا اتحاد اضافی تھا اور خدا کی صفات ازل سے ہیں۔ صفات کے مخالفین کا خیال ہے کہ خدا کا اتحاد کامل اور ابدی ہے۔

[ڈبلیو آر پی او۔ کے ۱۳۷-۱۴۰]

اب ہم نے دیکھ لیا ہے کہ صفات کے حامیوں کا آمننا سامنا معتزلہ سے ہوا اور اُن کی دلیل یہ تھی۔ خدا کی صفات کے انکار سے داخلی اتحاد بھی شامل ہو جاتا ہے۔ خدا کی صفات کو قائم کرنے سے خدا کی کثرت کو خارج نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ تو ابدیت سے ایک دوسرے اور خدا میں متحد ہیں۔

[ڈبلیو آر پی او۔ کے ۱۷۱-۱۷۳]

ابو ہاشم اپنی تنقید میں اس دلیل کو پھر دہراتا ہے جس کو معتزلہ نے اس نظریے کے خلاف اٹھایا تھا۔ یہ اصول خارج الاوسط کے اُلٹ ہے۔ شاہراستی نے اُس دلیل کو یوں بیان کیا ہے۔ صفات کے مفروضے نہ تو وجودی ہیں نہ ہی غیر وجودی ہیں۔ یہ تو وجودی اور غیر وجودی کے درمیان، یہ نفی اور ثبات کے درمیان ہے بلکہ یہ تو لغو ہے۔۔۔۔۔ ان دو ممکنہ متبادل کو خارج کے ساتھ۔ اشاعرہ کو

تیسرے امکان کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ قدیم راسخ العقیدہ کے تصور صفات حقیقی چیز خدا کی ازلیت میں وجود رکھتی ہیں۔

[ڈبلیو آر : آر پی او کے ۲۰۴ ایف]

یہ بالکل اسی طرح کی دلیل ہے جس کو مسیحیت میں تثلیث اور اُس دوسرے اور تیسرے شخص کی ابدیت یا حقیقت کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا۔ اسلام میں یہی دلیل خدا کی صفات کی حقیقت اور قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

[ڈبلیو آر : آر پی او کے ۳۱۲ ایف]

ابتدائی مسلم تھیالوجی کو بھی مسیحیوں کی طرح مسائل کا سامنا ہوتا تھا وہ خدا کے تعلق (رشتے) کی فطرت اور اُس کی فطرت کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ (مثلاً اُس کی صفات اور اُس کے داخلی عناصر)۔

ماضی کی طرح آج بھی کچھ مسلمان ذی عقل ہیں۔ جو مسیحی عقیدہ تعلیم کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ یہ وہی تھے جن کو اپنی ذی عقل کی بنا پر منہ کی کھانی پڑی۔ جسے کہ معتزلہ کے ساتھ ہوا۔ قدیم یونانی ہتھیار مسیحیوں کے خلاف استعمال کیے گئے یہ دھاری تلوار ثابت ہوئے۔ جب اس کو اسلامی افکار پر لاگو کیا

گیا تو تعلق کی وجہ پیدا ہوئی اس کی مثال یہ ہے تشلیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے یونانی فلسفیانہ دلائل استعمال کیے جاتے ہیں ان کا استعمال اسلام میں خدا کی صفات والے موضوع پر بھی لاگو ہو سکتا ہے۔ مسیحی مفروضہ اور بعد کے تصور کے درمیان قائم رکھنا آسان نہ تھا۔

[ڈبلیو آر : ایم اے سی ایف ۲۔ ایف ۳۸ ایف]

اس کشمکش کا تعلق کچھ ماہر الہیات اور مسلم فلاسفر سے تھا جو یونانی فلسفہ سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ وہ خدا کو مثبت صفات دینا چاہتے تھے مثال کے طور پر الکندی وہ پہلا فلاسفر تھا جو خدا کو چند خصوصیات دینے کے لیے راضی نہ تھا اس خوف سے کہ کہیں خدا کے اتحاد میں بے حرمتی نہ ہو جائے۔

اُس کے خیال میں صفات کا مطلب خدا کی خوبیوں میں اضافہ کرنا تھا۔ جس سے خدا مختلف اور حالت بدل سکتی تھی۔ کیونکہ خدا کی صفات مثلاً علیم ہے، رحیم نجیر ہے، کریم ہے وغیرہ۔

اس طرح کی وحدت، کثرت میں بدل جاتی۔ کچھ مسلم ماہر الہیات اس میں معتزلہ بھی شامل ہیں وہ قرآن مجید میں مذکورہ صفات کو لیتے ہیں وہ مثبت کو ہی خدا سے منسوب کرتے ہیں۔ گو کہ قرآن

مجید میں خدا کی صفات بھی بیان کی گئی ہیں جو انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَيْتَسْ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (۱۱: ۲۲) ترجمہ:-

اس جیسی کوئی شے بھی نہیں۔

خدا کی ماورائیت نے بہت سے ماہر الہیات کو سوال کرنے اور غور و خوض کرنے پر مجبور کیا۔ لہذا خدا کی صفات کو خدا کی روح سے تعبیر کیا جائے۔ تاکہ خدا کا ماورا پن ویسے ہی قائم رہے۔

یہاں یہ اور مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر صلاحیت اور بغیر علم کے خدا کو جانا

جائے۔ اگر خدا علیم و بصیر ہے تو اُس کی یہ صفات بھی اُس کی طرح ابدی ہونی چاہیے۔ مسلم ماہر

الہیات نے تمام ممکنات پر بحث کی آیا یہ خوبیاں ابدی تصورات ہیں یا یہ صرف خدا کی روح کا حصہ

ہیں۔ چونکہ خدا میں وحدت ہے لہذا خدا کی صفات میں بھی وحدت ہونی چاہیے۔ یا پھر یہ خوبیاں خدا

میں ہیں نہ اُس کی روح میں ہیں۔ اس طرح یہ نا معقولیت میں شامل ہو جاتی ہیں۔

تاہم اس روایتی واحدانیت میں کامل ہم آہنگی نہیں۔ بلکہ اسلام میں اس سلسلے میں امتیازات پائے

جاتے ہیں۔ جب ہم بعد میں اس کی مزید تفصیل دیکھتے ہیں تو مسلم عالم قرآن مجید کی تعلیمات میں

امتیازات کا شکار ہو جاتے ہیں اس طرح خدا کی وحدت میں بھی امتیاز آجاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں قرآن

مجید خدا کا ابدی کلام ہے۔ اور یہ خدا کے ذہن میں ابد ہی سے قائم ہے۔۔۔ [ڈبلیو آر: اے آئی ۱۳۵]

ابتدائی مسلم ماہر الہیات نے مسیحیوں کے خلاف اسی طرح کی تنقید کی اور یہ اب اُن پر بھی لاگو ہو سکتی ہے۔

اور دیگر مسلمانوں نے تثلیث کے خلاف جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ناقابل سمجھ ہیں۔۔۔۔۔ ابو عیسیٰ

نے اس تعلیم کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ اُس نے تین وجود اور ہستیوں کو بیان کیا اور خود بے

ربطی اور بے ترتیبی کا شکار ہو گیا۔ کثرت کے حامی اپنے بنیادی مسئلے کو مختلف انداز میں اُٹھاتے

ہیں اس میں ایک سے زیادہ ہستیوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ کثرت کی کسی صورت سے لازمی طور پر

نتیجہ اخذ کرتے اور وحدت کا نشان مٹا دیتے ہیں۔ اس طرح وہ مسیحیوں کے واحد خدا کو بے معنی قرار

دیتے ہیں۔

اُس دور میں وحدت اور کثرت کا مسئلہ نہ صرف مسیحیوں کے لیے تھا بلکہ مسلمان مفکرین اور ماہر

الہیات میں بھی تھا۔

وہ اسے قرآن مجید کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ خدا کی صفات کے حوالے سے یہ تشلیٹ کے مسئلے کا حصہ بنا ہوا تھا۔ اسلام میں خدائی صفات کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ یہ مسئلہ عقل اور وحی سے پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو کس درجے میں رکھا جائے۔ خدا کے حقیقی درجے میں یا انسان کے درجے میں جو اُس کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں معتزلہ کے مفکرین کے درمیان وحدت کے اصولوں، خدا کی وحدانیت اور ایمان کے حوالے سے دیگر نازک موضوعات پر مباحثہ ہوا۔ مسئلے کی اصل جڑ یہ تھی اُس وقت کی متفقہ سوچ کے مطابق، خدا کی صفات اور ہستی کے متعلق بر محل وقوع تھی۔ اگر ہستی کو زندہ کیا جائے تو اُس کی صفات کو بھی زندگی سے منسوب کرنا پڑے گا۔ اگر اُسے دیکھنے والا کیا جائے تو وہ بصیر ہے۔ اُس کی صفت بصارت ہے۔ اس طرح اُس کی صفت بطور کُل سمجھی جائے گی۔ خدا کی صفات اور اُس کے بیان کو گرامر اور منطق کے متعلق پیش کیا جاتا تھا یہ اُس وقت قابل قبول تھی۔ مثلاً جیسے وہ زندہ ہے اسی طرح اُس میں زندگی ہے۔ ان دونوں بیانوں کو ایک ہی سمجھا جاتا تھا۔ سوچ کے اس مخصوص ڈھانچے میں ہستی جو بھی خوبیاں یا صفتیں رکھتی تھی اُسے اُس طرح پکارا جاتا تھا۔ جو کسی نہ کسی طرح حقیقی بھی تھی اور اضافی بھی۔

ان خیالات کو خدا پر لاگو کرنے سے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

اگر وہ ان صفات کا حل ہوتا جو ہستی کے مطابق حقیقی اور امتیازی دونوں صفتیں ہوتی ہیں۔ معتزلہ کے مطابق ان میں وحدت نہیں ہو سکتی۔ اس بحث کا دوسرا پہلو اسی طرح مسائل سے بھر پور ہے۔ یہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب صفات کی حقیقت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کیا بہت ہے۔ اس مسئلے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ صفات خدا کے ہو بہو نہیں ہوتیں۔ ابنِ کلب اس سادہ سی وحدت کو آسانی سے پیش نہیں کر سکتا۔ اسلام میں اس موضوع کی بحث کی بازگشت کئی صدیوں تک سنائی دیتی اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اُلجھاؤ/ پیچیدگی اور بناوٹ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں ابتدا میں اس کو بڑے بڑے مسلم ماہر الہیات نے قبول کیا۔ کسی با معنی بیان کے مطابق خدا کے وجود کی صفات کو شامل کیا جاتا ہے۔ جو دراصل خدا کی داخلی ہستی کی غمازی کرتی ہے۔ خواہ یہ صفتیں مثبت ہو یا منفی۔ جیسے کہ ابوہدیل نے اسے منفی اور ابنِ کلب نے اسے مثبت انداز میں لیا۔

[ڈبلیو آر: آئی آئی او سی ۸۶ - ۸۸]

اصطلاحات سے ہٹ کر اُن کا اختتام ایک ہی انداز سے ہوتا ہے!

صفات کے مسائل کے حوالے سے ہم نے غور و خوض کیا اسلام نے مسیحیت سے حقیقی اشخاص کے وجود کا تصور لیا یا خدا کے جوہر / ذات کو اور اسے صفات میں تبدیل کر دیا اور پھر مسیحیت پر لاگو

کر دیا کہ وہ تو خدا نہیں ہیں۔

یہ ہے وہ بنیادی امتیاز جو مسیحی تثلیث اور اسلامی خدائی حقیقت کے درمیان ہے وقت کے ساتھ ساتھ اس کو راسخ العقیدہ کے طور پر لیا گیا۔ مسیحی تثلیث اور مسلم خدائی صفات کے امتیاز کی شکل بگڑ گئی۔ ہم نے یہ معلومات ابنِ حمز کے بیان سے لی ہے۔

میں نے ایک اشعری سے پوچھا کہ تم خدا کے وجود کی پندرہ (۱۵) صفات بتاتے ہو۔ وہ (خدا) اور اُس کی صفات ابدی ہیں۔ تو پھر تم مسیحیوں میں کیا نقص تلاش کرتے ہو جب وہ کہتے ہیں کہ خدا اُن تین میں سے ایک ہے؟ اُس نے کہا ہم تو صرف مسیحیوں میں نقص تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے وجود کو دو چیزوں میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ اس میں بہت زیادہ صفات کو تلاش نہیں کرتے۔

در اصل ایک اشعری نے مجھے پہلے بھی بتایا تھا خدا کا نام تو محض ہمارے استعمال کے لیے ہے۔ کیونکہ اسے خالق ہستی کی روح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اُس کی صفات کے بغیر اُس کی ہستی گل کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اشعری کے پیروکاروں کے اُن جوابات سے ہم راسخ العقیدہ گروہ کی معلومات اکٹھی کر سکتے ہیں۔ وہ کسی حد تک مسیحیت کے عقیدہ تثلیث کی اصل مخالفت کو بھول گئے۔ جس کی بنیاد خدا کے دوسرے اور تیسرے اشخاص پر ہے۔

یہ بات واضح طور پر بنیادی مخالفت کے سلسلے میں ہے اس کا اطلاق خدا پر ہوتا ہے۔ جیسے مسلمان خدا پر اُس کی صفات کو لاگو کرتے ہیں۔ مسیحیوں نے صفات کی بجائے اُس کا اطلاق باپ اور دوسرے دو اشخاص بیٹے اور روح القدس پر کیا۔

میرا خیال ہے کہ آج بھی اشعری خدا کی انفرادی صفات کی مخالفت کریں گے۔ جب ہم لفظ خدا پر زور دیتے ہیں تو اس کا اطلاق محض خدا کی روح پر نہیں بلکہ اُس کی صفات پر بھی ہوتا ہے۔ مسیحیوں کے عقیدہ تثلیث میں مسلمانوں کے عقیدہ خدا کی صفات کی جھلک نظر آتی ہے۔ خدا کی بہت سی صفات ہیں اور مسیحیوں کے نظریہ تثلیث میں تو صرف تین اشخاص ہیں۔

[ڈبلیو آر پی۔ او۔ کے ۳۱۲ - ۳۱۲]

مسلمان ماہر الہیات اور فلاسفروں نے اس بات کو تسلیم نہ کرنے کی بہت کوشش کی کہ خدا کے اندر امتیازات ہیں۔ اُنھوں نے اس کی بجائے انداز اور حالتیں، داخلی اور خارجی خوبیاں، روح اور بیان کی صفات وغیرہ کے الفاظ و اصطلاحات استعمال کیے۔ لیکن اس کا کوئی حل نہ ملا۔ خدا جو علمِ کُل، رحیم اور رحمن ہے۔ وہ سپاٹ چہرے والا، لا علم اور غیر امتیاز مادہ نہیں ہو سکتا اور وہ نہ ہی وہ بغیر صفات، خوبیوں اور اندرونی رشتوں کے ہے۔ ہمیں صرف خدا کے الہام اور مکاشفے کو تسلیم کرنا چاہیے، نہ کہ فلسفیانہ یا الہیاتی تاویل و تشریحات کو۔

خدا کو خدا ہی رہنے دیجیے!

خدا کو اپنا کلام کرنے دیں۔

اور آؤ ہم سب اُس کو غور سے سُنیں۔

بائبل مُقدس، قرآن مجید یا حدیث دے وچ خُدا دے بارے دے وچ اجہیاں گلاں بلدیاں نے پئی او
سخت نظر آون والا، اک ای قسم دا، سمجھ وچ نہ آون والا، بے تضاد، داخلی رشتیاں تے صفتاں توں بغیر
اے۔

ایہناں گلاں نوں علمِ الہی دیاں ماہراں تے فلسفہ دانان نے ساڈے عظیم تے جاہ و جلال والے خُدا دے
بارے بیان کیتا اے۔

روایتی مُسلماناں اشاعری تے سُنیوں دا ایہہ مننا اے پئی کسے حد تیکر خُدا دے وچ صفتاں پائیاں
جاندیاں نے۔ ایس لئی کسے حد تیکر اوہدے وچ نسبتی اتحاد پایا جاندا اے۔ جدید مُسلمان اُستاداں دا ایہہ
آکھنا اے پئی ایہدے وچ مکمل اتحاد نہیں پایا جاندا اے۔

راسخ العقیدہ مسیحی تشلیٹ دی دوجی تے تیجی ہستی دے دفاع دے وچ افلاطون دے کامل اتحاد دے
نظریے نوں رد کردے نے۔ او آکھدے نے پئی ایہہ نسبتی تے اضافی اے ایس اتحاد توں خُدا نوں
خارج نہیں کیتا جاسکدا اے کیوں جے اک خُدا اے۔ ایہدے وچ تن ابدی عناصر مدغم نے جیہڑے
کدی وی وکھرے نہیں ہندے نے۔ ایویں راسخ العقیدہ مُسلمان اللہ دیاں صفتاں دی حقیقت دا دفاع
کردیاں ہوئیاں اپنیاں اپنیاں خیالاں نوں پیش کردے نے۔ امام غزالی دا ایہہ بیان خُدا دے اتحاد

دے اضافی تصور نوں گھٹ کردا اے۔ پر او خُدا دیاں داخلی صفتاں نوں خارج نہیں کردا اے کیوں
جے ایہہ اتحاد ابد توں قائم اے تے ایہنوں کدی وی وکھ نہیں کیتا جاسکدا اے۔

تے ایویں ای راسخ العقیدہ تے معتزلہ دے حامی مسلماناں دا خُدا دیاں صفتاں دے حوالے دے نال او
ای خیال اے جیویں پئی راسخ العقیدہ مسیحیاں دا اے۔ او تشلیٹ دیاں ہستیاں، کلام تے پاک روح
دے اُتے ایہناں سوالاں نوں کردے نے۔ اتھے خُدا دیاں صفتاں دے حامی تے اوہدے مخالف واضح
ہوجاندے نے۔ مُعاملہ ایہہ سی پئی خُدا دا اتحاد کامل اے یا صرف اضافی اے۔ صفتاں دے حامی ایس
حق دے وچ نے پئی خُدا دا اتحاد اضافی اے تے خُدا دیاں صفتاں ازل توں پائیاں جاندیاں نے۔ صفتاں
دے مُخالفان دا ایہہ خیال اے پئی خُدا دا اتحاد کامل تے ابدی اے۔

ہُن اسی ایہہ ویکھ لیا اے پئی صفتاں دے حامیاں دا آمننا سامنا معتزلہ دے نال ہويا اے تے اوہناں
دی دلیل ایہہ سی۔ خُدا دیاں صفتاں دا انکار کردیاں ہوئیاں داخلی اتحاد وی شامل ہوجاندا اے۔ خُدا
دیاں صفتاں نوں شامل کردیاں ہوئیاں خُدا دی کثرت توں انکار نہیں کیتا جاسکدا اے۔ کیوں جے
ایہہ تے ابد توں اک دو جے تے خُدا دے وچ مُتحد نے۔

ابو ہاشم اپنی دلیل دے وچ فیر دوہراوندا اے جہنوں معتزلہ نے ایس نظریے دے خلاف اُٹھایا سی۔
ایہہ اصول خارج الاوسط دے اُلٹ اے۔ شاہراستی نے ایس دلیل نوں ایویں بیان کیتا اے۔ صفتاں

دے مُفروضے نہ تے وجودی نے تے نہ ای غیر وجودی دے وچکار، ایہہ نفی تے ثبات دے وچکار نے
سگوں ایہہ تے لغو اے۔ ایہناں دونوں ممکنہ مُتبادل نوں خارج کرن دے نال اشاعرہ نوں تیجے امکان
دے لئی چھڈ دتا جاندا اے۔ پُرانے راسخ العقیدہ دے تصور دے مُطابق حقیقی شے خُدا دی ازلیت دے
وچ وجود رکھدی اے۔

ایہہ بالکل ایویں دی ای دلیل اے جنوں مسیحیت دے وچ تثلیث تے اوس دوجی تے تیجی ہستی دی
ابدیت تے حقیقت دے خلاف ورتیا جاندا سی۔ اسلام دے وچ ایہہ ای دلیل خُدا دیاں صفتاں دی
حقیقت تے قرآن مجید دے غیر مخلوق ہون دے لئی ورتی جاندا سی۔

شروع شروع دے وچ مُسلمان الہیات نوں وی مسیحیاں دی طرح مُشکلات دا سامنا رہیا سی۔ او خُدا
دے تعلق دی فطرت تے اوہدے رشتے نوں سمجھن دی کوشش کردے پئے سن۔ (جیویں پئی اوہدیاں
صفتاں تے اوہدے داخلی عناصر)

ماضی دی طرح اج وی کجھ مُسلمان ذی عقل نے جیہڑے مسیحی عقیدہ تعلیم نوں غلط ثابت کردے
نے۔ ایہہ او ای نے جنناں نوں اپنی عقل دی وجہ توں منہ دی کھانی پئی سی، جیویں پئی معتزلہ دے
نال ہویا سی۔ پُرانے یونانی ہتھیاراں نوں مسیحیاں دے خلاف ورتیا گیا سی۔ تے ایہہ دو دھاری تلوار
ثابت ہوئے سن۔ جدوں ایہنوں اسلامی افکار اُتے لاگو کیتا گیا تے تعلق دی اک وجہ پیدا ہوئی۔

ایہدی اک مثال ایہہ ہے پئی تشلیث نوں غلط ثابت کرن دے لئی یونانی فلسفیاں دلیلاں نوں ورتیا
جاندا سی جنناں دا استعمال اسلام دے وچ خُدا دیاں صفتاں والے موضوع دے اُتے وی ہوسکدا سی۔
ایویں مسیحی مفروضے تے بعد دے تصور دے وچکار ایہنوں قائم رکھنا سوکھا نہیں سی۔

ایس کشمکش دا تعلق کجھ مُسلمان علم الہی دیاں ماہراں تے فلاسفران دے نال سی جیہڑے یونانی فلسفے
توں بہت مُتاثر سن۔ او خُدا نوں مُثبت صفتاں دینا چاہندے سن۔ پر الکندی او پہلا فلاسفر سی جیہڑا
خُدا نوں کجھ صفتاں دیون تے راضی نہیں سی ایس خوف توں پئی کتے خُدا دے اتحاد دے وچ ایویں
کرن دے نال بے حُرمتی نہ ہو جاوے۔

اوپدے مطابق خُدا نوں صفتاں دیون توں مراد خُدا دیاں خُوبیاں دے وچ واہدا کرنا سی۔ جمدے نال خُدا
دی حالت بدل جاندی تے او مختلف ہو جاندا۔ کیوں جے ایہہ خُدا دیاں صفتاں نے پئی او علیم اے،
رحیم اے، نجیر اے، کریم اے وغیرہ۔

ایویں اوہدی واحدت کثرت دے وچ بدل جاندی اے۔ کجھ مُسلم ماہر الہیات جنناں دے وچ معتزلہ وی
شامل نے او قرآن مجید دے وچوں لکھیاں ہوئیاں صفتاں نوں لیندے نے تے او مُثبت نوں ای خُدا
دے نال منسوب کردے نے۔ بھاویں جے قرآن مجید دے وچ خُدا دیاں اوہناں صفتاں نوں بیان کیتا

گیا اے جیہڑیاں انساناں دے وچ وی پائیاں جانڈیاں نے۔ جیویں پئی قرآن مجید دے وچ ایویں لکھیا
ہویا اے:

ایہدے جی کوئی شے وی نہیں اے۔

خُدا دے ساریاں توں اعلیٰ ہون نے بہت ساریاں علمِ الہیات دے ماہرین نوں سوال کرن تے دھیان
کرن تے مجبور کر دتا اے۔ ایویں خُدا دیاں صفتاں نوں خُدا دی روح دے نال تعبیر کیتا جاندا اے۔
تاں پئی خُدا دا جاہ و جلال ایویں ای قائم رہوئے۔

استھے اک ہور مسئلہ پیدا ہو جاندا اے پئی ایہہ کیویں ممکن اے پئی بغیر صلاحیت تے بغیر علم دے
خُدا نوں جانیا جاوئے۔ جے خُدا علیم و بصیر اے تے اوہدیاں ایہناں صفتاں نوں وی اوہدی طرح ابدی
ہونا چاہیدا اے۔ مُسلم ماہرِ الہیات نے سارے ممکنہ مسئلیاں تے گل بات کیتی اے پئی کیہ ایہہ
صفتاں ابدی تصورات نے یا فیر ایہہ صرف خُدا دی روح دا ای حصہ نے۔ کیوں جے خُدا دے وچ
وحدت اے ایس لئی خُدا دیاں صفتاں دے وچ وی وحدت ہونی چاہیدی اے۔ یا فیر ایہہ صفتاں نہ تے
خُدا دے وچ نے تے نہ ای اوہدی روح دے وچ، تے ایویں ایہہ نامعقولیت دے وچ شامل ہو جاندا
اے۔

تاں وی ایس روایتی واحدیت دے وچ کامل ہم آہنگی شامل نہیں اے۔ سگوں اسلام دے وچ ایہدے بارے امتیازات پائے جانے۔ جدوں اسی بعد دے وچ ایہدی مزید تفصیل ویکھدے آں تے مُسلمان عالم قرآن مجید دی تعلیمات دے وچ امتیازات دا شکار ہو جانے۔ ایویں خُدا دی واحدیت دے وچ وی امتیاز آجاندا اے۔ جیویں پئی او آکھدے نے پئی قرآن مجید خُدا دا ابدی کلام اے۔ ایہہ خُدا دے ذہن دے وچ ابد توں ای قائم اے۔

ابتدائی مُسلمان عالماں نے ایویں ای مسیحیت دے اُتے تنقید کیتی سی تے ایہہ ای ہُن اوہناں دے اُتے وی لاگو ہو سکدی اے۔

تے دو جیاں مُسلماناں نے تثلیث دے خلاف جیہڑے بیانات دتے سن او سمجھ توں باہر نے۔ ابو عیسیٰ نے ایس تعلیم نوں بڑی وضاحت دے نال بیان کیتا اے۔ اوہنے تِن وجوداں تے ہستیاں نوں بیان کیتا، تے او آپ بے ربطی تے بے ترتیبی دا شکار ہو گیا سی۔ کثرت دے حامی اپنیاں بنیادی مسئلیاں نوں مختلف انداز دے وچ چُکدے سن، ایہدے وچ اک توں زیادہ ہستیاں نوں پیش کیتا جاندا اے۔ او کثرت دی کسے صورت توں لازمی طور تے ایہہ نتیجہ اخذ کردے نے تے واحدیت دے نشان نوں مٹا دیندے نے۔ ایویں او مسیحیاں دے واحد خُدا نوں بے معنی قرار دیندے نے۔

اوس دور دے وچ واحدت تے کثرتیت دا مسئلہ نہ صرف مسیحیاں دے لئی سگوں مُسلمان مُفکراں تے ماہر الہیات دے وچ وی سی۔

او ایہنوں قرآن مجید دی روشنی دے وچ حل کرن دی کوشش کردے پئے سن۔ خُدا دیاں صفتاں دے حوالے دے نال ایہہ تشلیث دے مسئلے دا حصہ بنیا ہویا سی۔ اسلام دے وچ خُدا ئی صفتاں دا مسئلہ بہت ای پُرانا اے۔ ایہہ مسئلہ عقل تے وحی دے نال پیدا ہندا اے پئی خُدا نوں کیہڑے درجے تے رکھیا جاوئے۔ خُدا دے حقیقی درجے دے وچ یا انسان دے درجے دے وچ تے ایہہ اوہناں دی سمجھ توں باہر اے۔ ۱۹ویں صدی دے شروع دے وچ معتزلہ دیاں مُفکراں دے وچکار وحدت دیاں اُصولاں تے خُدا دی واحدیت تے ایمان دے حوالے دے نال دو جیاں نازک مسئلیاں اُتے مُباحثہ ہویا سی۔ مسئلے دی اصل جڑ ایہہ سی پئی اوس ویلے دی مُتفقہ سوچ دے مُطابق خُدا دیاں صفتاں تے ہستی بارے ایویں سی پئی جے ہستی نوں جیوندہ کیتا جاوئے تے اوہ دیاں صفتاں نوں وی جیاتی دے نال جوڑنا پوئے گا۔ جے اوہنوں ویکھن والا آکھیا جاوئے تے او بصیر اے ایویں ایہہ اوہدی صفت اے پئی او ویکھدا اے۔ ایویں اوہدی صفت بطورِ کُل سمجھی جاوئے گی۔ خُدا دیاں صفتاں نوں تے اوہدے بیان نوں گرامر تے منطق دے نال پیش کیتا جاندا اے تے ایہہ اوس ویلے قابلِ قبول سی۔ جیویں پئی او جیوندہ اے تے اوہدے وچ جیاتی اے۔ ایہناں دونوں بیاناں نوں اک ای خیال کیتا جاندا اے۔ سوچ دے

ایس مخصوص ڈھانچے دے وچ ہستی جو وی صفتاں رکھدی سی اوہدے مطابق اوہنوں سدیا جاندا سی۔

جیہڑا پئی کسے نہ کسے طرح دے نال حقیقت وی سی تے اضافی وی۔

ایہناں خیالاں نوں خُدا دے اُتے لاگو کرن دے نال مسئلے پیدا ہوسکدے نے۔

جے او ایہناں صفتاں دا حل ہندا جیہڑیاں ہستی دے مطابق حقیقی تے امتیازی دونوں ای صفتاں

ہندیاں نے، معتزلہ دے مطابق ایہدے وچ واحدت نہیں ہوسکدی اے۔ ایس بحث دا دو جا پہلو

ایویں دے ای مسئلے دے نال بھریا ہویا اے۔ ایہہ اوس ویلے پیش آندا اے جدوں صفتاں دی

حقیقت نوں پیش نظر رکھیا جاندا اے۔ ایس مسئلے دا نتیجہ ایہہ نکلا اے پئی صفتاں خُدا دے ہو بہو

نہیں ہندیاں نے۔ ابنِ کلب ایس سوکھی جی واحدت نوں آسانی دے نال پیش کرسکدا۔ اسلام دے وچ

ایس موضوع دی بحث دے اثرات کئی صدیاں تیکر جاری رہے سن۔ تے ویلے دے نال نال ایہدے

وچ اُلھن، پیچیدگی تے بناوٹ و ہدی گئی سی۔ جیویں پئی اسی ویکھدے آں پئی ابتدا دے وچ وہڈیاں

وہڈیاں مُسلمان علمِ الہی دیاں ماہراں نے قبول کیتا سی۔ کسے با معنی بیان دے مطابق خُدا دے وجود

دیاں صفتاں نوں شامل کیتا جاندا اے۔ جیہڑیاں اصل دے وچ خُدا دے داخلی ہستی نوں ظاہر کردیاں

نے، بھاریں ایہہ صفتاں مثبت ہون یا منفی۔ جیویں پئی ابو لہدیل نے ایہنوں منفی تے ابنِ کلب نے

ایہنوں مثبت لیا سی۔

اصطلاحاً توں ہٹ کے اوہناں دا اختتام اک ای انداز دے نال ہندا سی۔

صفتاں دیاں مسئلیاں دے حوالے دے نال اسی دھیان کیتا اے۔ اسلام نے مسیحیت توں حقیقی ہستیاں دا تصور لیا اے تے خُدا دے جوہر نوں صفتاں دے وچ بدل دتا اے تے فیر ایہنوں مسیحیت دے اُتے لاگو کر دتا اے، پئی او تے خُدا نہیں۔

ایہہ او بُنیادی امتیاز اے جیہڑا مسیحی تشلیث تے اسلامی خُدائی حقیقت دے وچکار پایا جاندا اے۔ ویلے دے نال نال ایہنوں راسخ العقیدہ دے طور تے لیا گیا اے۔ مسیحی تشلیث تے مُسلم خُدائی صفتاں دے امتیاز دی شکل وگڑ گئی اے۔ تے اسی ایہناں گلاں نوں ابنِ حمزہ توں لیا اے۔

میں اک اشعری نوں ایہہ پُچھیا پئی تئسی خُدا دے وجود دیاں پندرہ صفتاں نوں بیان کردے او۔ او تے اوہدیاں صفتاں ابدی نے۔ تے فیر جدوں مسیحی ایہہ اکھدے نے پئی خُدا اوہناں تیناں دے وچوں اک اے تے فیر تئسی اوہناں دے وچوں کیوں نقص کڈھدے او؟ اوہنے آکھیا پئی اسی تے صرف مسیحیاں دیاں خامیاں کڈھدے آں۔ کیوں بے او خُدا دے وجود نوں دو شیواں دے وچ تلاش کردے نے۔ او ایہدے وچ بہت ساریاں صفتاں نوں نہیں لبھدے نے۔ تے اصل دے وچ اک اشعری نے مینوں پہلاں ایہہ دسیا سی پئی خُدا داناں تے صرف ساڈے ورتن دے لئی ای اے۔ کیوں بے ایہنوں خالق ہستی دی روح دے لئی ورتیا جاندا اے۔ اوہدیاں صفتاں دے بغیر اوہدی ہستی کُل نوں بیان نہیں کیتا

جاندا اے۔ اشعری دیاں پیروکاراں دے اوہناں جواباں توں اسی راسخ العقیدہ ٹولے دے بارے جان سکدے آں۔ او کتھوں تیکر مسیحیت دے تشلیث دے عقیدے دی اصل مخالفت نوں بھل گئے نے۔ جہدی بُنیاد خُدا دی دوجی تے تبجی ہستی دے اُتے ہے۔

ایہہ گل وضاحت دے نال بُنیادی مخالفت دے سلسلے دے وچ اے ایہدا اطلاق خُدا دے اُتے ہندا اے۔ جیویں مُسلمان خُدا دے اُتے اوہدیاں صفتاں نوں لاگو کردے نے۔ مسیحیاں نے ایہناں صفتاں دا اطلاق باپ تے دوجیاں دو ہستیاں یعنی پٹے تے پاک روح دے اُتے کیتا اے۔

میںوں لگدا اے پئی اج وی اشعری خُدا دیاں انفرادی صفتاں دی مخالفت کردے نے۔ جدوں اسی لفظ خُدا دے اُتے دھیان کردے آں تے ایہدا اطلاق صرف خُدا دے اُتے ای نہیں ہندا اے سگوں اوہدیاں صفتاں دے اُتے وی ہندا اے۔ مسیحیاں دے تشلیث دے عقیدے دے وچ مُسلماں دے خُدا دے عقیدے دے جھلک ویکھن نوں بلدی اے۔ خُدا دیاں بیشمار صفتاں نے تے مسیحیاں دے تشلیث دے نظریے دے وچ تے صرف تِن ہستیاں پائیاں جاندیاں نے۔

مُسلمان الہیات دے ماہرین تے فلاسفران نے ایس گل نوں تسلیم نہ کرن دے بہت کوشش کیتی سی پئی خُدا دے اندر امتیازات پائے جانداں نے۔ ایہدی بجائے اوہناں نے انداز، حالتاں ، داخلی تے خارجی صفتاں، روح تے بیان دیاں صفتاں وغیرہ دیاں لفظاں نوں ورتیا سی۔ پر ایہدا کوئی حل اوہناں

نوں نہیں ملیا سی۔ خُدا جیہڑا ہر شے دا علم رکھن والا اے او رحیم تے مہربان اے۔ او سخت چہرے
والا، لا علم تے بے امتیاز نہیں اے تے نہ ای او اندورنی رشتیاں تے صفتاں دے بغیر اے۔ سانوں
فلسفیانہ تشریحاں دی بجائے صرف خُدا دے مُکاشفے تے الہام نوں ای تسلیم کرنا چاہیدا اے۔

خُدا نوں خُدا ای رہن دو۔

تے خُدا نوں اپنا کم کرن دو۔

تے آو اسی او ہدیاں گلاں نوں بڑے دھیان دے نال سُنئیے۔

There is not a whisper in the Bible, the Quran, or the Hadith about God being some kind of featureless, homogenous, unknowable and undifferentiated substance—without attributes or characteristics or internal relations. It is only the philosophers and theologians that say such about our glorious and grand God.

The traditional Muslim position (of the Ashari Sunni tradition) is that God does have attributes—in some sense—and therefore—in some sense—is a relative unity, and not the absolute unity that some modern Muslim teachers assert.

“The orthodox Christian defense of the reality of the second and third persons of the Trinity consisted in rejecting the Philonic conception of the absolute unity of God and by maintaining that the unity of God is only a relative kind of unity, a conception of unity which does not exclude from God, who is one, the composition of three elements which from eternity existed together and were never separated. **So also the orthodox Muslim defense of the reality of attributes, as it was ultimately given expression by Ghazali, reduces itself to an insistence upon a relative conception of the unity of God, which does not exclude its being internally composed of real attributes which existed together from eternity and were never separated.** ...And so, the views of the orthodox Muslims and the Mu'tazilites on the problem of attributes, as well as the arguments employed by them, correspond exactly to the views of orthodox Christians and the heretical Sabellians on the question of the persons of the Word and the Holy Spirit in the Trinity. The issue between the Attributists and the Antiattributists was thus clearly defined. It was an issue whether the unity of God was absolute or only relative. **To the Attributists the unity of God was a relative unity, and hence they assumed in God the existence from eternity of real attributes.** To the Antiattributists the unity of God was an absolute unity, and hence the terms attributed to God were mere names.” [WR:POK, 137-140]

“Now, as we have seen, when the Attributists were confronted by the Mu'tazilites with this argument, they **downrightly denied that the unity of God includes internal unity in the sense of absolute simplicity**, maintaining that the unity of God, according to their own conception of it, does not exclude from Him a **plurality of parts** which from eternity have been united with each other and with the essence of God. [WR:POK, 171-173]

“In his criticism of Abu Hashim, **Ash'ari** repeats the argument already raised by the Mu'tazilites against the theory of modes, namely, that it is contrary to the Law of Excluded Middle. His argument, as reported by Shahrastani, reads as follows: **"The assumption of an attribute which can be described neither by existence nor by nonexistence is the assumption of something which is in the middle between existence and nonexistence, between affirmation and negation, but this is something absurd."** ... With the elimination of these two alternative possibilities, **Ash'ari is left with the third possibility, namely, the old orthodox conception of attributes as being real things subsisting in God from eternity.**” [WR:POK, 204f]

“Moreover, it was the same kind of arguments that were used in Christianity both for and against the reality or eternity of the second and third persons of the Trinity that were used also

in Islam both for and against the reality of attributes and the uncreatedness of the Koran. [WR:POK, 312f]

And the early Muslim theologians faced the same problems as their Christian counterparts in trying to understand the relationship of God's nature to aspects of His nature (for example, His attributes and His internal Agents).

"In the past, as in the present, it was the more rationally minded Muslims who undertook systematic refutations of Christian doctrine, the same Muslims whose rationalism sometimes caused them to fall foul of Islamic orthodoxy, as in the case of the Mu'tazila. **The Greek philosophical tools which were employed against Christianity could be a two-edged sword, and gave cause for concern when applied to Islamic thought.** An example of this is the use of Greek philosophical categories to refute the Trinity, which had implications for **the question of God's attributes in Islam; it was not always easy to uphold the distinction between the latter and the Christian hypostases.** " [WR:MACF2F, 138f]

"This conflict is connected with the refusal of some theologians and the Muslim philosophers who were strongly influenced by Greek philosophy to give positive attributes to God. **Al-Kindi, for example, the first Muslim philosopher, was not willing to confirm certain qualities in God for fear of violating His unity, since attributes mean adding to God different qualities, which would show Him in different and changing states,** from being known to creating, hearing, seeing, punishing and so on. However, Muslim theologians including the Mu'tazilites follow the Qur'an, in considering that God has positive attributes and can be described. **Although the Qur'an predicates to God many human attributes such as those mentioned above, it declares that "nothing is like unto Him." This divine transcendence made many theologians question and reflect on the manner in which the divine essential attribute can be related to God's essence while retaining His transcendence.** Again, the difficulty here is how it is possible for God to know or to be able without possessing knowledge or ability? For if He has knowledge and ability then they must be eternal like Him. Muslim theologians discussed all the possibilities: are these qualities eternal notions which have always existed with God? This would mean that God is not the first eternal. Or are they part of His essence? This would mean that since God is (a unitary) One, then all His attributes must be dissolved into one quality. **Or are these qualities neither in God nor independent of His essence? But this is in a way absurd.** [WR:GAHIIT, 43]

"However, this kind of rigid monotheism is not entirely consistent with some of Islam's own distinctions. **As we will see in more detail later, Muslim scholars, following through consistently on certain teachings in the Qur'an, have made distinctions that would allow for some kind of distinctions within God's unity.** For example, they believe the Qur'an is the eternal speech of God, existing in the Mind of God from all eternity... [WR:AI,135]

The criticisms which early Muslim theologians raised against the Christians applied equally to them:

“The arguments used against the doctrine [of the Trinity] by these and other Muslims reflect a sense of incomprehensibility. ... Abu 'Isa demonstrates at great length whatever way the doctrine is expressed, the attempt to identify three entities with one leads to confusion and incoherence. The fundamental problem which each polemicist differently raises is that since in any description of the doctrine more than one divine entity is listed, some form of plurality is entailed and the simple unity is obliterated. So the insistent claim made by the Christians that God is one becomes meaningless.

Yet this problem of unity and multiplicity was not peculiar to Christianity in the period we are discussing. Within Islamic thinking itself, the problem of how systematically to set down the teachings of the Qur'an about God produced difficulties that, to many minds, itself affected the strict oneness of God's being in a way that parallels the issues concerned with the Trinity.

The matter of the divine attributes is very old in Islam. Some scholars think that it may, in fact, have been raised through discussions with Christians. It arises from the problem of how to categorise the descriptions of God given by revelation and reason, whether these refer accurately to God's actual being or are human approximations of an unknowable divinity. At the beginning of the ninth century the debate was conducted mainly among thinkers associated with the Mu'tazill principles of divine unity and justice for whom the strict oneness of God and the complete distinction between him and other beings were crucial matters of belief. And they were reluctant to refer to God in any way that appeared to suggest otherwise.

But this was the nub of the problem. According to the generally agreed perception at this time, the descriptions that could pertinently be made of a being were understood to refer to attributes that qualified the being itself. For example, if a being could be called living it was qualified by the attribute of life, and if it could be called seeing it was qualified by the attribute of sight. The attribute itself qualified the being as a whole, and in that respect was said to be of or in the being. This relationship between description and attribute was expressed according to the grammatical logic which was generally accepted at this time by paraphrasing a statement such as "he is living" as "he has life," the two statements being regarded as equivalent. Thus, within the structure of this thinking to describe a being in any way was the same as saying that the being possessed attributes which were real and in some way additional to the being in its own actuality.

In applying these ideas to God, obvious problems arose. **For if he possessed attributes which were both real and distinct from his being, he could not be the dense unity upon which the Mu'tazills insisted...** The other side of the debate was equally problematic, since those who maintained the reality of the attributes were confronted with the difficulty of explaining how God was one in any meaningful sense. ... But the resulting problem is that since the attributes are not identical with God's essence but rather of it Ibn Kullab cannot easily explain how the being of God is a simple unity.

The repercussions of this debate continued within Islam for many centuries and increased in complexity and sophistication. As we can see, however, even at this early stage it was **accepted by leading theologians that any meaningful description of God logically involved the existence of attributes that were intrinsic to God**, whether these were defined in negative terms, as by Abu al-Hudhayl, or positively, as by Ibn Kullab." [WR:IIOC, 86-88]

And apart from terminology, they end up very similar!

In the problem of attributes, as we have noted, while Islam had taken over from Christianity the conception of the existence of real persons or hypostases in God, which it transformed into attributes, it constantly insisted, in opposition to Christianity, that they are not God. This was the fundamental distinction between the Christian Trinity and the Muslim attributes. In the course of time, however, among certain Muslims, who were regarded as orthodox, this difference between the Christian Trinity and the Muslim attributes was somewhat blurred. We gather this from the following **statement in Ibn Hazm**: "To one of the Ash'arites I said: Since you say that coexistent with God are fifteen attributes, all of them other than He and all of them eternal, why do you find fault with the Christians when they say that God is 'the third of three'? He said to me: We find fault with the Christians only because they assume that there coexist with God only two things and do not assume that there coexist with Him a greater number of things. Indeed, one of the Ash'arites has already told me that the name 'God,' that is, our use of the term 'God,' is a word which applies to the essence of the Creator and the totality of His attributes, and not to His essence without His attributes."

From these answers of the followers of the Ash'arite teachings, we may gather that somehow within this orthodox group there were some who forgot that the original opposition to the Christian doctrine of the Trinity was on the ground of the application of the term "God" to the second and third persons. **Quite oblivious of this fundamental opposition, they were willing to apply the term "God" as a common appellation of God and His attributes, which is only an adoption of the Christian view that the term "God" is to be used as a common appellation of the Father and the two other persons, though, I imagine, these Ash'arites would still balk at calling each individual attribute "God." The emphasis that the term "God" is not to be applied to the essence alone without the attributes and the statement that the difference between their belief and that of the Christians consists only in the fact that the Muslim attributes are more numerous than the Christian persons indicate that in all other respects their attributes assume the character of the Christian persons.**" [WR:POK, 312-315]

Muslim theologians and philosophers worked very hard to avoid admitting that there were some kinds of distinctions within God, putting forth theoretical terms like "modes" and "states", internal and external attributes, attributes of essence and attributes of description, and so on. But no real solution ever appeared. The God who is all-knowing and compassionate and creative simply cannot be some kind of featureless, homogenous, unknowable and undifferentiated substance—without attributes or characteristics or internal relations. We must submit to God's revelation, not our philosophical or theological commitments. Let God be God! Let God speak His word and let us listen!